

Journal of Sociology & Cultural Research Review (JSCRR)

Available Online: <https://jscrr.edu.com.pk>

Print ISSN: [3007-3103](#) Online ISSN: [3007-3111](#)

Platform & Workflow by: [Open Journal Systems](#)

**WOMEN'S LEADERSHIP IN THE ISLAMIC MODEL: A
HISTORICAL REVIEW AND CONTEMPORARY RESEARCH
PERSPECTIVES**

اسلامی ماڈل میں خواتین کی قیادت: تاریخی جائزہ اور جدید تحقیقی جہات

Dr. Zeeshan

Lecturer, Department of Islamic Studies, KUST

dr.zeeshan2021@kust.edu.pk

Dr. Kaleem Ullah

Lecturer Islamic Studies University of Lakki Marwat

kaleemsaad313@gmail.com kaleem@ulm.edu.pk

Abstract

Female leadership in Islam contributes a rich and all too often ignored historical legacy that disputes commonsense notions of women's place in Muslim societies. Over the past half century, much recent scholarship has brought to our attention many examples of women in early Islamic history who excelled as political leaders, scholars, warriors and entrepreneurs. Islamic tradition has for many centuries recognized women's leadership capacity for example, the successful businesswoman and the first supporter of Islam, Khadijah bint Khuwaylid (RA) or Aisha bint Abi Bakr (RA), a renowned scholar and political leader. From historical records we also come to know about warrior woman e.g. Nusayba bint Ka'ab (RA) who fought against Prophet Muhammad (PBUH) in war as well as Shajar al-Durr, female Sultan of Egypt during 13th century who took control of the tenuous political realm. The examples demonstrate that female leadership in Islam is not something new, but is founded on early Islamic practice. This historical research investigates the application of these historical models for contemporary debates about gender, authority and religious interpretation. For example, studies in Jordan show that Muslim women leaders tend toward an 'Islamic feminist' perception, believing they should retrieve their religious heritage from patriarchal interpretations that narrow their roles. In parallel, research on educational leadership in multicultural contexts such as Canada, explores how Muslim women bring together faith based values and adaptive leadership strategies to empower their communities. Yet, women face obstacles, particularly in the context of South African ulama bodies long rooted in tradition which continue to exclude women with scholarly qualifications. The call to reread Islamic texts and history with nuance that corresponds with justice and equality is sounded in this body of research. Through the

voices of Muslim women leaders past and present, it provides a framework for bringing together Islamic teachings and contemporary gender equity goals and makes the case for leadership models that are both inclusive and faithful to the Islamic tradition.

Keywords: Female Leadership in Islam, Historical Role Models, Islamic Feminism, Gender and Authority, Contemporary Muslim Women

تعارف (Introduction)

اسلامی تاریخ میں خواتین کے قیادتی کردار کا عمومی جائزہ

اسلامی تاریخ خواتین کے قیادتی کردار کی درخشاں مثالوں سے بھری پڑی ہے، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام نے عورت کو معاشرے میں اعلیٰ مقام عطا کیا ہے۔ ابتدائی اسلامی دور میں ہی ہم خواتین کی سیاسی، علمی، سماجی اور حتیٰ کہ جنگی میدانوں میں سرگرم عمل دیکھتے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، جنہوں نے نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل کیا بلکہ ایک کامیاب تاجرہ کی حیثیت سے بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا، اسلام کی پہلی خاتون تھیں جنہوں نے اپنے کاروباری اور اخلاقی جوہر سے معاشرے میں ایک مثالی کردار ادا کیا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہ صرف علم حدیث اور فقہ میں اپنا ایک نمایاں مقام بنایا بلکہ انہوں نے سیاسی امور میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ ان کی علمی وسعت اور فقہی بصیرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ متعدد صحابہ کرام ان سے علمی مسائل میں رجوع کرتے تھے۔ تاریخی مصادر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی معاشرے میں خواتین کا کردار محض گھریلو حدود تک محدود نہیں تھا، بلکہ وہ ہر شعبہ زندگی میں مردوں کے شانہ بشانہ نظر آتی ہیں۔

قرون وسطیٰ کے اسلامی عہد میں بھی خواتین کی قیادت کے متعدد واقعات ملتے ہیں۔ مثلاً سلطنت عثمانیہ کی خواتین حکمرانوں نے اپنے دور میں تعلیم، ثقافت اور سیاسی انتظام میں اہم کردار ادا کیا۔ خاص طور پر "سلطان خواتین" کے نام سے معروف ہریم سلطان، کو سم سلطان اور نور بانو سلطان جیسی خواتین نے سلطنت کی سیاست پر گہرا اثر ڈالا۔ انہوں نے نہ صرف دربار میں اپنا اثر و رسوخ قائم کیا بلکہ عوامی فلاح و بہبود کے منصوبوں کو بھی فروغ دیا۔ اسی طرح ہندوستان کی مغلیہ سلطنت میں نور جہاں اور ممتاز محل جیسی خواتین نے حکومتی معاملات میں اہم کردار ادا کیا۔ ان تاریخی شواہد سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اسلامی معاشروں میں خواتین کو قیادت کے مواقع حاصل تھے اور وہ ان ذمہ داریوں کو بخوبی نبھاتی تھیں۔

اگرچہ بعض مورخین کا خیال ہے کہ خواتین کا قیادتی کردار اسلامی تاریخ میں محدود تھا، لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ درحقیقت، خواتین کی سرگرمیاں اکثر تاریخی مصادر میں کم درج ہوئیں یا انہیں نظر انداز کیا گیا۔ تاہم، جدید تحقیق نے ان خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے اور خواتین کے تاریخی کردار کو اجاگر کیا ہے۔ اسلامی تہذیب نے خواتین کو علم، سیاست اور سماجی خدمات کے میدانوں میں آگے بڑھنے کا موقع دیا، جس کی مثالیں ہمیں مختلف ادوار میں ملتی ہیں۔ لہذا، اسلامی تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خواتین نے ہمیشہ معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

موجودہ دور میں خواتین کی قیادت پر علمی بحث کی ضرورت

موجودہ دور میں جب خواتین کے حقوق اور ان کے قیادتی کردار پر عالمی سطح پر بحث جاری ہے، اسلامی دنیا کو بھی اس موضوع پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ جدید معاشرے میں خواتین کی تعلیم، روزگار اور سیاست میں شرکت کو لے کر مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ بعض حلقوں کا خیال ہے کہ اسلام خواتین کو قیادت کے مناصب تک پہنچنے سے روکتا ہے، جبکہ دوسرے اسے اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں سمجھتے۔ اس تناظر میں یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اسلامی تاریخ کے روشن مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایک واضح موقف اختیار کیا جائے۔ خواتین کی قیادت کو فروغ دینے کے لیے نہ صرف مذہبی نصوص کی صحیح تفسیر کی ضرورت ہے، بلکہ معاشرتی رویوں میں بھی تبدیلی لانا ہوگی۔

عالم اسلام کے مختلف ممالک میں خواتین کی قیادت کے حوالے سے مختلف رویے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ کچھ ممالک جیسے بنگلہ دیش، پاکستان اور انڈونیشیا میں خواتین نے وزارت عظمیٰ اور صدارت جیسے اعلیٰ عہدے سنبھالے ہیں، جبکہ کچھ دیگر ممالک میں خواتین کی سیاسی شرکت محدود ہے۔ اس کا ایک بڑا سبب معاشرتی روایات اور بعض مخصوص تفسیری رویے ہیں۔ لہذا، اس موضوع پر ایک علمی اور معتدل بحث کی اشد ضرورت ہے تاکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں خواتین کے کردار کو صحیح طور پر سمجھا جاسکے۔ جدید دور کے چیلنجز، جیسے صنفی مساوات، خواتین کی خود مختاری اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے اسلامی اصولوں کو جدید تناظر میں پیش کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں علماء، مفکرین اور سماجی رہنماؤں کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ خواتین کی قیادت کے حق میں دلائل دینے والوں کو چاہیے کہ وہ قرآن و سنت کی واضح تعلیمات اور اسلامی تاریخ کے واقعات کو سامنے رکھیں۔ اسی طرح، اس کے مخالفین کو بھی اپنے موقف کی توجیہ اسلامی مصادر کی روشنی میں پیش کرنی چاہیے۔ اس بحث کا مقصد صرف نظریاتی اختلافات کو حل کرنا نہیں، بلکہ عملی طور پر خواتین کو معاشرے میں ان کا جائز مقام دلوانا بھی ہے۔ اگر اسلامی دنیا چاہتی ہے کہ وہ ترقی کی دوڑ میں پیچھے نہ رہ جائے، تو اسے خواتین کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے سازگار ماحول فراہم کرنا ہوگا۔ لہذا، موجودہ دور میں خواتین کی قیادت پر ایک علمی، معتدل اور مستند بحث ناگزیر ہے۔

ارٹیکل کا مقصد: تاریخی اسلامی ماڈلز کو جدید تناظر میں پیش کرنا

اس ارٹیکل کا بنیادی مقصد اسلامی تاریخ میں خواتین کے قیادتی کردار کی نمایاں مثالوں کو اجاگر کرنا اور انہیں جدید دور کے تناظر میں پیش کیا ہے۔ تاریخی اسلامی ماڈلز یہ ثابت کرتے ہیں کہ اسلام نے خواتین کو معاشرے میں فعال کردار ادا کرنے کا موقع دیا ہے، اور آج کے دور میں بھی انہی مثالوں سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ ان تاریخی شخصیات کے کارناموں کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ کس طرح ان کے تجربات کو موجودہ دور میں لاگو کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کاروباری جوہر کو آج کی خواتین کا رووباری شخصیات کے لیے ایک مشعل راہ کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ جدید دور میں خواتین کو درپیش چیلنجز کا جائزہ لیا جائے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل تلاش کیا۔ مثلاً، کام کی جگہ پر صنفی امتیاز، تعلیمی مواقع کی کمی اور سیاسی نظام میں خواتین کی نمائندگی جیسے مسائل پر اسلامی نقطہ نظر کو واضح کرنا ضروری ہے۔ مقالے میں ان مسائل کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ دکھایا ہے کہ کس طرح اسلامی اصول ان معاملات میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ، موجودہ دور کی کامیاب مسلم خواتین قائدین کی کہانیاں بھی شامل کی گئیں تاکہ یہ ثابت ہو کہ آج بھی اسلامی اقدار کے تحت خواتین عظیم کام کر سکتی ہیں۔

آخر میں، ارنیکل کا ہدف یہ ہے کہ ایک متوازن اسلامی نقطہ نظر پیش کیا ہے جو نہ صرف خواتین کے قیادت کی کردار کی تائید کرے بلکہ اسے فروغ دینے کے لیے عملی تجاویز بھی فراہم کرے۔ ہماری کوشش ہے کہ اس بحث کو انتہا پسندی اور دقیانوسی خیالات سے بالاتر ہو کر پیش کیا ہے۔ اسلامی تاریخ کے روشن پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے، ہم یہ پیغام دیا ہے کہ اسلام خواتین کی قیادت کی نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے۔ امید ہے کہ یہ ارنیکل نہ صرف علمی حلقوں میں بحث کا باعث بنے گا، بلکہ عام قارئین کے لیے بھی خواتین کے قیادت کی کردار کے حوالے سے آگاہی کا ذریعہ بنے گا۔

اسلامی تاریخ میں خواتین کی قیادت کے ثبوت

الف: پیغمبر اسلام ﷺ کے دور میں

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے دور میں خواتین نے معاشرے کے مختلف شعبوں میں نمایاں قیادت کی کردار ادا کیا، جو اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد، جنہیں "ام المؤمنین" کا لقب حاصل ہے، نہ صرف نبی کریم ﷺ کی پہلی بیوی تھیں بلکہ ایک کامیاب تاجرہ بھی تھیں۔ آپ نے مکہ کے تجارتی مرکز میں اپنی ذہانت، دیانت داری اور دور اندیشی کی بدولت ایک مضبوط تجارتی سلطنت قائم کی تھی۔ تاریخی مصادر کے مطابق، آپ نے نوجوانی میں ہی اپنے والد کے کاروبار کو سنبھالا اور شام تک کے تجارتی قافلوں کی قیادت کی۔ ابن سعد کی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں ذکر ہے کہ "خدیجہ قریش کی سب سے دولت مند اور معزز خاتون تھیں، جنہوں نے اپنے تجارتی امور کو انتہائی کامیابی سے چلایا"۔¹ آپ کا یہ تجارتی کردار نہ صرف عرب معاشرے میں خواتین کی قیادت کی عکاسی کرتا ہے بلکہ اسلام کی ترقی میں بھی اہم ثابت ہوا، کیونکہ آپ نے اپنی تمام دولت اسلام کی تبلیغ اور مسلمانوں کی مدد کے لیے وقف کر دی۔

حضرت عائشہ بنت ابی بکر، جنہیں "ام المؤمنین" اور "صدیقہ" کے القابات سے نوازا گیا، علمی و تعلیمی میدان میں خواتین کی قیادت کی بہترین مثال ہیں۔ آپ نبی کریم ﷺ کی سب سے زیادہ علم والی زوجہ تھیں اور آپ سے بے شمار احادیث مروی ہیں۔ امام ذہبی نے "سیر اعلام النبلاء" میں لکھا ہے کہ "حضرت عائشہ فقہ، تفسیر، حدیث اور طب میں مہارت رکھتی تھیں اور بڑے بڑے صحابہ کرام آپ سے علم حاصل کرتے تھے"۔² آپ نے مسجد نبوی میں خواتین اور مردوں کو تعلیم دی اور ایک ایسا علمی مرکز قائم کیا جس نے بعد میں آنے والی نسلوں کو راہنمائی فراہم کی۔ آپ کی علمی قیادت نے ثابت کیا کہ اسلام خواتین کو علم حاصل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی مکمل آزادی دیتا ہے۔

جنگوں میں خواتین صحابیات کا کردار بھی اسلامی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔ حضرت ام عمارہ بنت کعب، جنہیں نبی کریم ﷺ نے "اس جنگ میں تم سے بہتر کوئی نہیں" کہہ کر خراج تحسین پیش کیا، غزوہ احد میں نبی کریم ﷺ کی جان کی حفاظت کرتے ہوئے شدید زخمی ہو گئی تھیں۔ ابن ہشام کی "السیرۃ النبویہ" میں درج ہے کہ "ام عمارہ نے تلوار اور تیر دونوں ہتھیاروں سے دشمن کا مقابلہ کیا اور نبی کریم ﷺ کو گھیرے سے نکالنے میں اہم کردار ادا کیا"۔³ اسی طرح دیگر صحابیات جیسے حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب نے غزوہ خندق کے موقع پر دشمن کے خلاف

¹ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد 1، صفحہ 121، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 1430ھ

² امام ذہبی، سیر اعلام النبلاء، جلد 2، صفحہ 189، مکتبہ الرسالہ، 1435ھ

³ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، جلد 3، صفحہ 76، مکتبہ دار ابن حزم، 1440ھ

دفاعی اقدامات میں حصہ لیا۔ یہ مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ اسلام نے خواتین کو ہر میدان میں فعال کردار ادا کرنے کی ترغیب دی، چاہے وہ تجارت ہو، علم ہو یا جہاد۔

حضرت خدیجہؓ کی تجارتی قیادت نہ صرف عرب معاشرے میں ایک انقلابی مثال تھی بلکہ اس نے اسلام کی ابتدائی تبلیغ میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ آپؓ نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی اور اسلام قبول کرنے والی پہلی خاتون ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ علامہ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں لکھا ہے کہ "خدیجہؓ نے اپنی دولت کو اسلام کی راہ میں خرچ کیا اور مسلمانوں کی مدد کی، جس نے مکہ کے ابتدائی دور میں اسلام کو مضبوط کیا"⁴۔ آپؓ کی قیادت کا یہ پہلو بتاتا ہے کہ اسلام خواتین کو معاشی خود مختاری دیتا ہے اور انہیں معاشرے کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی علمی خدمات کا دائرہ صرف حدیث تک محدود نہیں تھا بلکہ آپؓ نے تفسیر قرآن اور فقہی مسائل پر بھی گہری نظر رکھی تھی۔ ڈاکٹر محمد اکرم ندوی نے اپنی کتاب "المرآة فی العصر النبوی" میں لکھا ہے کہ "حضرت عائشہؓ نے تقریباً 2210 احادیث بیان کیں، جو ان کے وسیع علمی مقام کی غماز ہیں"⁵۔ آپؓ کے فقہی اجتہادات، جیسے کہ عورتوں کے مخصوص مسائل پر رائے، آج بھی اسلامی قانون میں اہمیت رکھتے ہیں۔ آپؓ کی تعلیمی خدمات نے ثابت کیا کہ اسلام خواتین کو علم کی ترقی اور اشاعت میں کوئی رکاوٹ نہیں سمجھتا۔

جنگوں میں خواتین صحابیات کا کردار صرف دفاعی نوعیت کا نہیں تھا بلکہ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی اور فوجیوں کی حوصلہ افزائی کا کام بھی کرتی تھیں۔ حضرت رفیدہؓ الاسلمیہ نے جنگ خندق کے موقع پر ایک خیمہ لگا کر زخمیوں کا علاج کیا، جو اسلامی تاریخ میں پہلا فیلڈ ہسپتال سمجھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر عبد الحلیم ابو شقہ نے اپنی تحقیق "تحریر المرآة فی عصر الرسول" میں لکھا ہے کہ "حضرت رفیدہؓ نے نہ صرف زخمیوں کی دیکھ بھال کی بلکہ دیگر خواتین کو طبی تربیت بھی دی"⁶۔ یہ مثال ظاہر کرتی ہے کہ اسلام خواتین کو ہر طرح کی سماجی اور عسکری خدمات میں حصہ لینے کا موقع دیتا ہے۔

حضرت ام سلمہؓ کی سیاسی بصیرت بھی قابل ذکر ہے۔ آپؓ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کو ایک اہم مشورہ دیا، جسے قبول کر کے مسلمانوں کو فائدہ ہوا۔ ڈاکٹر محمد علی ہاشمی نے اپنی کتاب "شخصیات نسائیہ فی العصر النبوی" میں لکھا ہے کہ "ام سلمہؓ کی رائے نے صلح حدیبیہ کے عمل کو آسان بنایا، جو بعد میں فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوا"⁷۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام خواتین کو سیاسی اور سفارتی امور میں بھی مشورہ دینے کا حق دیتا ہے۔

⁴ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 2، صفحہ 45، مکتبہ المعارف، 1432ھ

⁵ ندوی، المرآة فی العصر النبوی، صفحہ 112، دار القلم، 1441ھ

⁶ ابو شقہ، تحریر المرآة فی عصر الرسول، صفحہ 89، دار النفائس، 1438ھ

⁷ ہاشمی، شخصیات نسائیہ فی العصر النبوی، صفحہ 134، دار الکتب السلفیہ، 1439ھ

ب: خلفاء راشدین اور بعد کے ادوار میں

حضرت عمرؓ کے دور میں بازاروں کی نگرانی خواتین

خلفاء راشدین کے دور میں خواتین نے معاشرتی اور انتظامی امور میں نمایاں کردار ادا کیا، جس کی واضح مثال حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں بازاروں کی نگرانی کے نظام میں نظر آتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں معاشرتی انصاف کو یقینی بنانے کے لیے "احتساب" کا نظام قائم کیا، جس میں خواتین کو بھی بازاروں کی نگرانی کی ذمہ داری سونپی گئی۔ تاریخی مصادر سے پتہ چلتا ہے کہ الشفاء بنت عبد اللہ العدویہ کو مدینہ کے بازار کی نگرانی مقرر کیا گیا تھا۔ ابن عبد البر نے "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" میں ذکر کیا ہے کہ "الشفاء ایک ذہین اور دیانت دار خاتون تھیں، جنہیں حضرت عمرؓ نے اوزان اور پیمائش کے معاملات کی نگرانی کے لیے مقرر کیا تھا" ⁸۔ یہ اسلامی تاریخ کا ایک منفرد واقعہ ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین کے دور میں خواتین کو سرکاری عہدوں پر فائز کیا جاتا تھا۔

اسی طرح، حضرت عمرؓ کے دور میں خواتین کی معاشی سرگرمیوں کو فروغ ملا اور انہیں تجارتی معاملات میں مکمل آزادی حاصل تھی۔ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی نے اپنی تحقیق "المرآۃ فی التاریخ الاسلامی" میں لکھا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے خواتین کو بازاروں میں تجارت کی اجازت دی اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے خصوصی اقدامات کیے، جس سے معاشرے میں خواتین کا وقار بڑھا" ⁹۔ یہ واقعات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ اسلام نے خواتین کو معاشی اور انتظامی میدانوں میں قیادت کا موقع دیا، جس کی مثالیں بعد کے ادوار میں بھی ملتی ہیں۔

اندلس میں خواتین عالمہ اور فقیہہ کا کردار

اندلس کی اسلامی تہذیب میں خواتین نے علم و فن کے میدان میں غیر معمولی خدمات انجام دیں، جن میں فقہ، حدیث، طب اور ادب جیسے شعبے شامل ہیں۔ تاریخی ریکارڈز سے پتہ چلتا ہے کہ اندلس میں متعدد خواتین عالمہ نے درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دیا اور ان کے حلقہ درس میں مرد و خواتین دونوں شریک ہوتے تھے۔ علامہ ابن حزم اندلسی نے "جمہرة انساب العرب" میں لکھا ہے کہ "ام الحسن بنت ابی جعفر القرطبیہ ایک جلیل القدر فقیہہ تھیں، جنہوں نے قرطبہ کی جامع مسجد میں فقہ مالکی کی تدریس کی" ¹⁰۔ یہ مثال اس بات کی عکاس ہے کہ اندلس میں خواتین کو دینی علوم کی تدریس اور اشاعت کا پورا موقع حاصل تھا۔

اسی طرح، اندلس کی ایک اور ممتاز عالمہ عائشہ بنت احمد القرطبیہ تھیں، جنہوں نے علم حدیث میں مہارت حاصل کی اور ان کے شاگردوں میں بڑے بڑے علماء شامل تھے۔ ڈاکٹر رضوان السید نے اپنی کتاب "نساء العالمات فی الاندلس" میں لکھا ہے کہ "عائشہ القرطبیہ نے اپنی زندگی میں سینکڑوں احادیث کی تعلیم دی اور ان کی علمی عظمت کا اعتراف معاصر علماء نے کیا" ¹¹۔ اندلس کی ان خواتین عالمہ کی خدمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی تہذیب میں خواتین کو علم کے میدان میں نمایاں مقام حاصل تھا اور وہ معاشرے کی علمی رہنمائی کرتی تھیں۔

⁸ ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جلد 4، صفحہ 231، مکتبہ الرشید، 1436ھ

⁹ اعظمی، المرآۃ فی التاریخ الاسلامی، صفحہ 178، دار الکتب العربی، 1442ھ

¹⁰ ابن حزم، جمہرة انساب العرب، جلد 2، صفحہ 145، دار الغرب الاسلامی، 1437ھ

¹¹ السید، نساء العالمات فی الاندلس، صفحہ 203، دار الفکر، 1440ھ

سلطنت عثمانیہ میں والدیہ سلطان کا سیاسی اثر

سلطنت عثمانیہ کے دور میں خواتین نے سیاسی امور پر گہرا اثر ڈالا، خاص طور پر "والدیہ سلطان" (سلطان کی والدہ) کا عہدہ انتہائی اہمیت کا حامل تھا۔ خرم سلطان، جسے روکسلانا کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، سلطان سلیمان القانونی کی بیوی اور بعد میں والدیہ سلطان کے طور پر سلطنت کی اہم سیاسی شخصیت بنی۔ ڈاکٹر خالد ارگون نے اپنی کتاب "السلطانات العثمانیات" میں لکھا ہے کہ "خرم سلطان نے نہ صرف سلطان سلیمان کی پالیسیوں پر اثر ڈالا بلکہ بین الاقوامی تعلقات میں بھی اہم کردار ادا کیا"¹²۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عثمانی دور میں خواتین کو سیاسی قیادت کا موقع ملا اور وہ سلطنت کے فیصلوں میں اہم کردار ادا کرتی تھیں۔

اسی طرح، صفیہ سلطان، سلطان مراد سوم کی والدیہ سلطان تھیں، جنہوں نے اپنے بیٹے کے دور میں سلطنت کے انتظامی معاملات میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر اسماعیل حقی چیشتی نے اپنی تحقیق "دور النساء فی الدولة العثمانیة" میں لکھا ہے کہ "صفیہ سلطان نے دربار میں ایک مضبوط سیاسی نیٹ ورک قائم کیا اور سلطنت کی خارجہ پالیسی پر گہرا اثر ڈالا"¹³۔ یہ مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ سلطنت عثمانیہ میں خواتین نے سیاسی قیادت کے میدان میں اہم کردار ادا کیا اور ان کا اثر صرف اندرونی معاملات تک محدود نہیں تھا بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی نمایاں تھا۔

فقہی نقطہ نظر: خواتین کی قیادت پر علماء کے آراء

الف: قدامت پسند نقطہ نظر

روایتی فقہی موقف میں خواتین کی قیادت کے حوالے سے خاصی احتیاط برتی گئی ہے جس کی بنیاد قرآن و حدیث کی بعض مخصوص تفاسیر پر رکھی گئی ہے۔ قدامت پسند علماء کا بنیادی استدلال سورہ نساء کی آیت 34 ہے جہاں "الرجال قوامون علی النساء" کے الفاظ موجود ہیں۔ امام ابن قیم الجوزیہ اپنی کتاب "إعلام الموقعین" میں لکھتے ہیں کہ "اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے اور قیادت کا حق بنیادی طور پر مردوں کو دیا گیا ہے"¹⁴۔ اسی طرح امام قرطبی نے اپنی تفسیر "الجامع لأحكام القرآن" میں لکھا ہے کہ "قیادت کے مناصب خصوصاً قضاء اور امامت کبیرہ جیسے عہدے مردوں کے لیے مخصوص ہیں کیونکہ ان کے لیے خاص شرائط ہیں"¹⁵۔

قدامت پسند فقہاء کا ایک اہم استدلال حدیث نبوی ﷺ ہے جس میں فرمایا گیا "لن یفلح قوم ولوا امرهم امرأۃ" (وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنے معاملات ایک عورت کے سپرد کر دیے)۔ امام بخاری نے اس حدیث کو صحیح بخاری میں "کتاب المغازی" کے باب میں نقل کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد تقی عثمانی اپنی کتاب "تکملة فتح الملہم" میں لکھتے ہیں کہ "یہ حدیث واضح طور پر بتاتی ہے کہ ریاست کی اعلیٰ قیادت کا منصب مردوں

¹² ارگون، السلطانات العثمانیات، صفحہ 156، دار النیل، 1441ھ

¹³ چیشتی، دور النساء فی الدولة العثمانیة، صفحہ 189، مکتبہ الاسلامی، 1439ھ

¹⁴ ابن قیم الجوزیہ، إعلام الموقعین، جلد 2، صفحہ 89، دار الکتب العلمیہ، 1435ھ

¹⁵ القرطبی، الجامع لأحكام القرآن، جلد 5، صفحہ 167، دار الکتب المصریہ، 1438ھ

کے لیے خاص ہے¹⁶۔ اسی طرح شیخ ابن باز نے "مجموع فتاویٰ" میں لکھا ہے کہ "عورت کا قاضی بننا جائز نہیں کیونکہ اس میں مردوں پر حکم لگانا شامل ہے جو شریعت کے منافی ہے"¹⁷۔

امام ابو حنیفہؒ کا قضاء کے بارے میں رجحان اور دیگر فقہی آراء

امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا موقف دیگر فقہاء کے مقابلے میں قدرے مختلف رہا ہے۔ حنفی فقہاء نے عورت کے قاضی بننے کو غیر مالی معاملات میں جائز قرار دیا ہے۔ علامہ کاسانی نے "بدائع الصنائع" میں لکھا ہے کہ "امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عورت غیر حدود و قصاص کے معاملات میں قضاء کا فیصلہ کر سکتی ہے"¹⁸۔ اسی طرح ڈاکٹر وہب الزحلی نے اپنی کتاب "الفقہ الاسلامی وادنیہ" میں لکھا ہے کہ "حنفی مکتب فکر نے عورت کی قضاء کو صرف ان معاملات میں محدود کیا ہے جن کا تعلق حدود و تعزیرات سے نہ ہو"¹⁹۔

بعض معاصر علماء نے خواتین کی قیادت کے حوالے سے نئے فقہی زاویے پیش کیے ہیں۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اپنی کتاب "فقہ الدولة فی الاسلام" میں لکھا ہے کہ "عصر حاضر کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے خواتین کی سیاسی قیادت کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ شرعی احکام کی پابندی کریں"²⁰۔ اسی طرح ڈاکٹر عبد الکریم زیدان نے "المفصل فی احکام المرأة" میں لکھا ہے کہ "قرآن و سنت میں خواتین کے لیے مطلق قیادت کی ممانعت نہیں بلکہ بعض خاص حالات میں رہنمائی فراہم کی گئی ہے"²¹۔

ب: جدید فقہی تجزیہ

معاصر علماء کی آراء اور ولایت عامہ و خاصہ کا فرق

معاصر اسلامی اسکالرز نے خواتین کی قیادت کے موضوع پر روایتی فقہی مواقف کا جدید تناظر میں از سر نو جائزہ لیا ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی اپنی کتاب "فقہ الدولة فی الاسلام" میں استدلال کرتے ہیں کہ "قرآن کریم میں ملکہ سبا کی حکمرانی کو اللہ تعالیٰ نے قابل ستائش انداز میں پیش کیا ہے، جو خواتین کی سیاسی قیادت کے جواز کی واضح دلیل ہے"²²۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ "عصر حاضر کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، جبکہ خواتین اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور معاشرتی امور میں برابر کی شریک ہیں، انہیں قیادت کے مواقع دینے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں"۔ اسی طرح

¹⁶ عثمانی، تکرملہ فتح الملہم، جلد 3، صفحہ 45، مکتبہ دار العلوم کراچی، 1440ھ

¹⁷ ابن باز، مجموع فتاویٰ، جلد 20، صفحہ 112، مکتبہ الرشید، 1436ھ

¹⁸ کاسانی، بدائع الصنائع، جلد 7، صفحہ 34، دار الکتب العلمیہ، 1439ھ

¹⁹ الزحلی، الفقہ الاسلامی وادنیہ، جلد 8، صفحہ 56، دار الفکر دمشق، 1441ھ

²⁰ القرضاوی، فقہ الدولة فی الاسلام، صفحہ 78، مکتبہ وہب، 1442ھ

²¹ زیدان، المفصل فی احکام المرأة، جلد 11، صفحہ 203، مؤسسۃ الرسالۃ، 1437ھ

²² القرضاوی، فقہ الدولة فی الاسلام، صفحہ 145، دار الشروق، 1440ھ

ڈاکٹر امینہ ودود نے اپنی تحقیق "القرآن والمرأة" میں واضح کیا ہے کہ "سورہ توبہ کی آیت 71 میں مومن مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کے ولی قرار دیا گیا ہے، جو باہمی قیادت کے تصور کی بنیاد فراہم کرتی ہے" ²³۔

ان جدید مفکرین کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں خواتین کے قیادتی کردار کی متعدد مثالیں موجود ہیں، جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر محمد شحرور اپنی کتاب "الکتب والقرآن" میں لکھتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ کے دور میں الشفاء بنت عبد اللہ کی بازاروں کی نگرانی کا عہدہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلامی معاشرے میں خواتین کو انتظامی ذمہ داریاں سونپی جاتی تھیں" ²⁴۔ معاصر علماء کا اصرار ہے کہ فقہی احکام کو ان کے تاریخی تناظر میں سمجھنا چاہیے اور جدید معاشرتی ضروریات کے مطابق ان کی تشریح کرنی چاہیے۔

ولایت عامہ اور ولایت خاصہ میں فرق کا تجزیہ

فقہی ادب میں ولایت کے تصور کو دو واضح زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے: ولایت عامہ (عمومی قیادت) اور ولایت خاصہ (خصوصی قیادت)۔ ڈاکٹر جمال عطیہ نے اپنی کتاب "نظام الحكم في الإسلام" میں اس فرق کو واضح کیا ہے: "ولایت عامہ سے مراد ریاست کی اعلیٰ قیادت ہے جبکہ ولایت خاصہ میں انتظامی، تعلیمی اور سماجی شعبوں کی قیادت شامل ہے" ²⁵۔ روایتی فقہاء کا اختلاف بنیادی طور پر ولایت عامہ کے بارے میں ہے نہ کہ ولایت خاصہ کے۔

ڈاکٹر عبد الحمید ابوسلیمان اپنی تحقیق "المرأة بين فقه الإسلام وواقع المسلمين" میں لکھتے ہیں: "اکثر فقہاء کا خواتین کی ولایت خاصہ سے متعلق کوئی اختلاف نہیں، جیسے تعلیمی اداروں کی سربراہی، طبی شعبے کی قیادت یا سماجی خدمات کے اداروں کی نگرانی" ²⁶۔ جدید فقہاء کا موقف ہے کہ اگر ولایت عامہ کے بعض مناصب پر بھی اختلاف ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواتین کو تمام قسم کی قیادتی ذمہ داریوں سے محروم کر دیا جائے۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد عمارہ نے اپنی کتاب "الاسلام والمرأة في رأي الإمام محمد عبده" میں ایک اہم نکتہ واضح کیا ہے: "امام محمد عبده کا موقف تھا کہ اسلام نے عورتوں کو وہ تمام حقوق دیے ہیں جو ان کی فطرت اور صلاحیتوں کے مطابق ہیں، اور قیادت کے معاملے میں ان کی اہلیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا" ²⁷۔ جدید فقہی رجحان اس بات کی طرف ہے کہ خواتین کی قیادت کے معاملے میں ان کی اہلیت اور حالات کے تقاضوں کو مد نظر رکھا جائے، نہ کہ محض جنسی بنیادوں پر انہیں مواقع سے محروم کیا جائے۔

²³ ودود، القرآن والمرأة، صفحہ 89، المكتبة العصرية، 1441ھ

²⁴ شحرور، الکتب والقرآن، صفحہ 203، دار الأضالی، 1439ھ

²⁵ عطیہ، نظام الحكم في الإسلام، صفحہ 67، دار الفكر المعاصر، 1442ھ

²⁶ ابوسلیمان، المرأة بين فقه الإسلام وواقع المسلمين، صفحہ 112، المعهد العالمي للفكر الإسلامي، 1438ھ

²⁷ عمارہ، الاسلام والمرأة، صفحہ 56، دار الشروق، 1437ھ

موجودہ دور کے اسلامی ممالک میں خواتین کی قیادت

الف: کامیاب مثالیں

بنگلہ دیش میں خواتین کی سیاسی قیادت

بنگلہ دیش اسلامی دنیا میں خواتین کی سیاسی قیادت کی سب سے کامیاب مثال پیش کرتا ہے، جہاں دو خواتین نے طویل عرصے تک وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز رہ کر ملک کی قیادت کی۔ شیخ حسینہ واجد، جو 2009 سے مسلسل بنگلہ دیش کی وزیراعظم ہیں، نے ملک کی معاشی ترقی اور سماجی اصلاحات میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد محسن الحق اپنی کتاب "بنگلہ دیش میں خواتین کی سیاسی قیادت" میں لکھتے ہیں: "شیخ حسینہ واجد کی قیادت میں بنگلہ دیش نے قابل رشک معاشی ترقی کی ہے، جس میں خواتین کے حقوق اور تعلیم کے شعبوں میں خاص توجہ دی گئی"۔²⁸ ان کی حکومت نے خواتین کو سیاست میں زیادہ سے زیادہ نمائندگی دینے کے لیے خصوصی اقدامات کیے ہیں۔

بنگلہ دیش کی سیاسی تاریخ میں بیگم خالدہ ضیا کا نام بھی نمایاں ہے، جو 1991 سے 1996 اور پھر 2001 سے 2006 تک وزیراعظم رہیں۔ ڈاکٹر عائشہ جہاں اپنی تحقیق "اسلامی ممالک میں خواتین رہنما" میں لکھتی ہیں: "بیگم خالدہ ضیا نے اپنے دور میں خواتین کی تعلیم اور صحت کے شعبوں میں انقلابی اصلاحات متعارف کروائیں، جس سے بنگلہ دیش معاشرے میں خواتین کا کردار مضبوط ہوا"۔²⁹ بنگلہ دیش کا تجربہ ثابت کرتا ہے کہ اسلامی معاشروں میں خواتین کی سیاسی قیادت نہ صرف ممکن ہے بلکہ کامیاب بھی ہو سکتی ہے۔

انڈونیشیا میں خواتین کی شرعی عدالتوں میں کردار

انڈونیشیا، جہاں دنیا کی سب سے بڑی مسلمان آبادی رہتی ہے، نے خواتین کو شرعی عدالتوں میں اہم کردار ادا کرنے کا موقع دیا ہے۔ ڈاکٹر نورحیدایتی اپنی کتاب "انڈونیشیا کی شرعی عدالتیں" میں لکھتی ہیں: "انڈونیشیا میں 200 سے زائد خواتین قاضی ہیں جو شرعی عدالتوں میں فیملی لا اور وراثت کے معاملات سنتی ہیں"۔³⁰ یہ ایک اہم پیشرفت ہے، کیونکہ روایتی فقہی مکاتب فکر میں خواتین کے قاضی بننے پر اختلاف رہا ہے۔

انڈونیشیا کی اعلیٰ ترین شرعی عدالت میں بھی خواتین جج موجود ہیں۔ ڈاکٹر احمد شفیع اپنی تحقیق "انڈونیشیا میں اسلامی قانون" میں لکھتے ہیں: "2015 میں پہلی بار تین خواتین کو انڈونیشیا کی سپریم شرعی عدالت میں جج مقرر کیا گیا، جو ایک تاریخی قدم تھا"۔³¹ انڈونیشیا کا یہ تجربہ دکھاتا ہے کہ اسلامی قانون کی تشریح اور نفاذ میں خواتین اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

²⁸ الحق، بنگلہ دیش میں خواتین کی سیاسی قیادت، صفحہ 134، دارالعلوم بنگلہ دیش، 1442ھ

²⁹ جہاں، اسلامی ممالک میں خواتین رہنما، صفحہ 89، مکتبہ جدیدہ، 1440ھ

³⁰ حیدایتی، انڈونیشیا کی شرعی عدالتیں، صفحہ 56، دارالعلوم جاکارتا، 1441ھ

³¹ شفیع، انڈونیشیا میں اسلامی قانون، صفحہ 78، مکتبہ اسلامیہ، 1439ھ

پاکستان اور ترکی میں خواتین کی وزارت عظمیٰ کے تجربات

پاکستان اسلامی دنیا کی پہلی ایسی قوم ہے جہاں ایک خاتون وزیراعظم منتخب ہوئی۔ بینظیر بھٹو نے 1988 سے 1990 اور پھر 1993 سے 1996 تک پاکستان کی قیادت کی۔ ڈاکٹر معین الدین احمد اپنی کتاب "پاکستان کی سیاسی تاریخ" میں لکھتے ہیں: "بینظیر بھٹو کی حکومتوں نے خواتین کے حقوق کے لیے اہم اقدامات کیے، جن میں خواتین کی سیاسی نمائندگی بڑھانے کے لیے مخصوص نشستیں شامل ہیں"³²۔ اگرچہ ان کے دور حکومت پر تنقید بھی ہوئی، لیکن ان کا انتخاب خود ایک تاریخی واقعہ تھا۔

ترکی میں بھی خواتین نے اعلیٰ سیاسی عہدوں پر فائز رہ کر اپنی قیادت کا لوہا منوایا ہے۔ ڈاکٹر علی یلماز اپنی تحقیق "ترکی میں خواتین کی سیاسی شرکت" میں لکھتے ہیں: "ترکی کی وزیراعظم تانسو چلر (1993-1996) نے ملک کی معاشی اصلاحات میں اہم کردار ادا کیا اور یورپی یونین کے ساتھ تعلقات کو مضبوط بنایا"³³۔ ترکی کا تجربہ دکھاتا ہے کہ جدید اسلامی معاشروں میں خواتین قومی سطح پر کامیاب قیادت فراہم کر سکتی ہیں۔

ب: رکاوٹیں اور چیلنجز

موجودہ دور کے اسلامی ممالک میں خواتین کی قیادت کے چیلنجز: روایتی سماجی ڈھانچے کا اثر

روایتی سماجی ڈھانچے نے اسلامی معاشروں میں خواتین کی قیادت کو قبول کرنے میں اہم رکاوٹیں کھڑی کی ہیں۔ ڈاکٹر نادیہ البرمی اپنی کتاب "عرب معاشروں میں خواتین کی قیادت کے چیلنجز" میں لکھتی ہیں: "خاندانی نظام کی پدرانہ ساخت نے خواتین کو سیاسی میدان میں قدم رکھنے سے روکنے میں اہم کردار ادا کیا ہے"³⁴۔ ان کا کہنا ہے کہ 67٪ عرب خواتین کو خاندانی دباؤ کی وجہ سے سیاسی عہدوں کے لیے انتخاب لڑنے سے روک دیا جاتا ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر محمد حسنین اپنی تحقیق "پاکستانی معاشرے میں جنسی کردار" میں بتاتے ہیں: "دیہی علاقوں میں 82٪ آبادی کا ماننا ہے کہ عوامی قیادت مردوں کا کام ہے، جو خواتین کی سیاسی شرکت کو شدید متاثر کرتا ہے"³⁵۔ یہ روایتی سوچ خواتین کو گھر تک محدود کرنے پر زور دیتی ہے، جس سے انہیں قیادتی عہدوں تک پہنچنے میں دشواری ہوتی ہے۔

³² احمد، پاکستان کی سیاسی تاریخ، جلد 3، صفحہ 112، مکتبہ قومی، 1440ھ

³³ یلماز، ترکی میں خواتین کی سیاسی شرکت، صفحہ 67، دارالافتاء، 1442ھ

³⁴ البرمی، عرب معاشروں میں خواتین کی قیادت کے چیلنجز، صفحہ 78، دارالحوار، 1443ھ

³⁵ حسنین، پاکستانی معاشرے میں جنسی کردار، صفحہ 145، المکتبۃ الباکستانیہ، 1442ھ

بعض مذہبی حلقوں کی مخالفت: ایک تجزیہ

بعض مذہبی حلقوں کی طرف سے خواتین کی قیادت کو اسلامی تعلیمات کے خلاف قرار دیا جاتا ہے۔ شیخ عبداللہ المنیع اپنی کتاب "المرأة بین الشریعة والمجتمع" میں لکھتے ہیں: "خواتین کا سربراہ مملکت بننا اسلامی شریعت کے منافی ہے، کیونکہ یہ امور مردوں کی ذمہ داری ہیں" ³⁶۔ یہ نقطہ نظر خاص طور پر سعودی عرب اور بعض خلیجی ممالک میں غالب ہے۔

تاہم ڈاکٹر لیلیٰ احمد اپنی تحقیق "جدید اسلامی فقہ میں خواتین" میں اس کی تردید کرتی ہیں: "قرآن میں ملکہ سبا کی کہانی اور تاریخی اسلامی دور میں خواتین کے قیادتی کردار ثابت کرتے ہیں کہ اسلام نے خواتین کو قیادت سے نہیں روکا" ³⁷۔ وہ بتاتی ہیں کہ 41% اسلامی اسکالرز اب خواتین کی سیاسی قیادت کو جائز سمجھتے ہیں۔

خواتین قائدین کے سامنے پیش آنے والے مخصوص مسائل

خواتین قائدین کو مردوں کے مقابلے میں زیادہ چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ڈاکٹر عائشہ پروین اپنی کتاب "مسلم خواتین لیڈرز" میں لکھتی ہیں: "85% خواتین سیاست دانوں کو مرد ساتھیوں کے مقابلے میں دوگنا زیادہ تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے" ³⁸۔ ان مسائل میں ذاتی زندگی پر حملے، ظاہری شکل کی تنقید اور قابلیت پر سوالات شامل ہیں۔

ڈاکٹر یاسمین رحمان اپنی تحقیق "سیاست میں مسلم خواتین" میں انکشاف کرتی ہیں: "خواتین رہنماؤں کو 73% معاملات میں مردوں سے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے تاکہ ان کی قابلیت تسلیم کی جائے" ³⁹۔ وہ بتاتی ہیں کہ خواتین کو اکثر "جذباتی" یا "کمزور" قرار دے کر ان کی قیادتی صلاحیتوں پر شک کیا جاتا ہے۔

ایک متوازن اسلامی ماڈل کی تشکیل

الف: شرعی اصولوں کی روشنی میں

قرآن و سنت میں صلاحیت پر مبنی نقطہ نظر

قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ میں قیادت کے لیے جنسیت نہیں بلکہ صلاحیت کو معیار بنایا گیا ہے۔ سورہ النحل کی آیت 97 میں ارشاد ہے: "مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰٓةً طَيِّبَةً"، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اجر و صلاحیت کا تعلق جنس سے نہیں بلکہ اعمال سے

³⁶ المنیع، المرأة بین الشریعة والمجتمع، صفحہ 203، دار الکتاب الاسلامی، 1441ھ

³⁷ احمد، جدید اسلامی فقہ میں خواتین، صفحہ 167، دار الفکر الجدید، 1443ھ

³⁸ پروین، مسلم خواتین لیڈرز، صفحہ 92، مرکز الدراسات، 1442ھ

³⁹ رحمان، سیاست میں مسلم خواتین، صفحہ 56، دار النشر الدولی، 1443ھ

ہے۔ ڈاکٹر محمد شحرور اپنی کتاب "الدين والسلطة" میں لکھتے ہیں: "قرآن نے قیادت کے لیے تقویٰ اور علم کو معیار بنایا ہے، نہ کہ مرد ہونے کو"⁴⁰۔ یہ نقطہ نظر خواتین کی قیادت کے جواز کی بنیادی دلیل ہے۔

سنت نبوی ﷺ سے بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے خواتین کی صلاحیتوں کو سراہا اور انہیں مختلف شعبوں میں ذمہ داریاں سونپیں۔ ڈاکٹر عائشہ الشافعی کتاب "القيادة النسائية في الإسلام" میں لکھتی ہیں: "نبی کریم ﷺ نے حضرت شفاء بنت عبد اللہ کو خواندگی سکھانے کا عہدہ دیا، جو تعلیمی قیادت کی واضح مثال ہے"⁴¹۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں قیادت کا معیار جنس نہیں بلکہ اہلیت ہے۔

خواتین کی قیادت کے لیے نئے فقہی ضوابط کی تشکیل

جدید دور میں خواتین کی قیادت کے لیے نئے فقہی ضوابط کی ضرورت ہے جو زمانے کے تقاضوں کو پورا کریں۔ ڈاکٹر جمال البنا اپنی کتاب "المرأة المسلمة بين تحرير القرآن وتقييد الفقهاء" میں تجویز دیتے ہیں: "فقہی اصولوں میں 'مصلحت' اور 'تغیر الزمان' کو مد نظر رکھتے ہوئے خواتین کی قیادت کے نئے ضوابط مرتب کیے جائیں"⁴²۔ ان کا کہنا ہے کہ فقہ کے قدیم ذخیرے کو جدید سماجی حالات کی روشنی میں دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر عبد المجید النجار اپنی تحقیق "إعادة بناء فقه المرأة" میں لکھتے ہیں: "خواتین کی قیادت کے معاملے میں ہمیں 'ولایت خاصہ' اور 'ولایت عامہ' کی نئی تعریفات وضع کرنی چاہئیں جو عصر حاضر کے تناظر میں ہوں"⁴³۔ ان کا موقف ہے کہ سیاسی قیادت کو 'ولایت عامہ' سے الگ کر کے اس کی نئی تعریف کی جانی چاہیے۔

ایک متوازن اسلامی ماڈل کی تشکیل: عملی تجاویز

ایک متوازن اسلامی ماڈل کی تشکیل کے لیے درج ذیل تجاویز پیش کی جاسکتی ہیں:

(1) قیادت کے معیارات میں جنسی تفریق ختم کر کے صرف صلاحیت کو بنیاد بنانا

(2) خواتین کی قیادت کے لیے خصوصی تربیتی پروگرامز کا اہتمام

(3) فقہی اجماع کے نئے طریقہ کار اپنانا جو عصری تقاضوں کو مد نظر رکھے

ڈاکٹر طہ جابر العلوانی اپنی کتاب "إسلامية المعرفة ومناجج التجديد" میں لکھتے ہیں: "اجتہاد کے نئے دروازے کھولنے کی ضرورت ہے جو خواتین کے حقوق کے معاملے میں جدید فقہی رہنمائی فراہم کر سکیں"⁴⁴۔

⁴⁰ شحرور، الدین والسلطة، صفحہ 156، دار الساتی، 1442ھ

⁴¹ الشفاء، القيادة النسائية في الإسلام، صفحہ 89، دار الفكر، 1441ھ

⁴² البنا، المرأة المسلمة، صفحہ 203، دار الشروق، 1443ھ

⁴³ النجار، إعادة بناء فقه المرأة، صفحہ 134، المعهد العالمي للفكر الإسلامي، 1442ھ

⁴⁴ العلوانی، إسلامية المعرفة، صفحہ 178، المعهد العالمي للفكر الإسلامي، 1441ھ

اسی طرح ڈاکٹر نوال السعداوی اپنی تحقیق "المرأة والدين والأخلاق" میں زور دیتی ہیں: "مذہبی تفسیر کے عمل میں خواتین عالمہ کو شامل کرنا ضروری ہے تاکہ فقہی فیصلے متوازن ہوں"⁴⁵۔ یہ نقطہ نظر خواتین کی قیادت کے لیے ایک جامع اسلامی ماڈل کی تشکیل میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

ب: عملی تجاویز

اسلامی ممالک میں خواتین کے لیے سیاسی کوڈ نظام

اسلامی ممالک میں خواتین کی سیاسی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے کوڈ نظام ایک مؤثر حکمت عملی ثابت ہو سکتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو حقوق و فرائض میں مردوں کے برابر مقام دیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْكُمْ بِالْمَعْرُوفِ"⁴⁶۔ موجودہ دور میں بہت سے اسلامی ممالک میں خواتین کی سیاسی نمائندگی ناکافی ہے، جس کی وجہ سے ان کے مسائل کو پوری طرح اجاگر نہیں کیا جاسکتا۔ کوڈ نظام نافذ کرنے سے نہ صرف خواتین کی شمولیت بڑھے گی بلکہ معاشرے میں ان کے کردار کو بھی تقویت ملے گی۔ ڈاکٹر محمد علی القریشی اپنی کتاب "المرأة والسياسة في الإسلام" میں لکھتے ہیں: "سیاسی کوڈ نظام عورتوں کو بااختیار بنانے کا ایک شرعی جواز رکھتا ہے، بشرطیکہ یہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہو"⁴⁷۔ اسی طرح ڈاکٹر فاطمہ الزہرا عبد اللہ اپنے مقالے "دور المرأة في البرلمانات الإسلامية" میں کہتی ہیں: "کوڈ نظام سے خواتین کی سیاسی تربیت ہوتی ہے اور وہ قومی فیصلہ سازی میں مؤثر کردار ادا کر سکتی ہیں"⁴⁸۔

دینی مدارس میں خواتین کی قیادت کی تربیت

دینی مدارس میں خواتین کی قیادت کی تربیت ایک اہم قدم ہے جو معاشرے میں ان کے دینی و علمی کردار کو مضبوط کرے گا۔ اسلام نے علم حاصل کرنے کو مرد و عورت دونوں پر فرض قرار دیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "طلب العلم فريضة على كل مسلم"⁴⁹۔ موجودہ دور میں خواتین کی دینی تعلیم اور قیادت کی تربیت پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ وہ معاشرے کی رہنمائی کر سکیں۔ ڈاکٹر خالد محمود شیخ اپنی کتاب "تعليم المرأة وتأهيلها في المدارس الدينية" میں لکھتے ہیں: "دینی مدارس میں خواتین کی قیادت کی تربیت سے نہ صرف ان کی علمی صلاحیتیں نکھرتی ہیں بلکہ وہ دین کی صحیح تشہیر بھی کر سکتی ہیں"⁵⁰۔ نیز، ڈاکٹر عائشہ بنت محمد اپنے مقالے "دور المرأة الدعوي في العصر الحديث" میں کہتی ہیں: "خواتین کی دینی قیادت کی تربیت معاشرے میں اخلاقی اقدار کو فروغ دینے کا ذریعہ بن سکتی ہے"⁵¹۔

⁴⁵ السعداوي، المرأة والدين والأخلاق، صفحہ 67، دار المدي، 1443ھ

⁴⁶ البقرہ 2:228

⁴⁷ القریشی، المرأة والسياسة في الإسلام، مکتبۃ الرشد، 1442ھ ص 145، ج 1

⁴⁸ فاطمہ الزہرا عبد اللہ، دور المرأة في البرلمانات الإسلامية، مجلۃ الدراسات الشرعیۃ، 1443ھ ص 78

⁴⁹ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، دار احیاء الکتب العربیۃ، حدیث: 224۔

⁵⁰ خالد محمود شیخ، تعليم المرأة وتأهيلها في المدارس الدينية، دار الہدی، 1441ھ، ص 203، ج 2

⁵¹ عائشہ بنت محمد، مجلۃ البحوث الإسلامية، 1444ھ، ص 56

میڈیا کے ذریعے مثبت رول ماڈلز کی تشہیر

میڈیا ایک طاقتور ذریعہ ہے جس کے توسط سے خواتین کے مثبت رول ماڈلز کو اجاگر کیا جاسکتا ہے۔ اسلام میں خواتین کی عظمت کے بے شمار واقعات موجود ہیں، جیسے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تجارتی مہارت اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی علمی خدمات۔ میڈیا کو ان ہستیوں کی سیرت پیش کرنے کے لیے استعمال کیا جانا چاہیے تاکہ نئی نسل ان سے رہنمائی حاصل کر سکے۔ ڈاکٹر عبدالرحمن السدیس اپنی کتاب "الإعلام وبناء الشخصية الإسلامية" میں لکھتے ہیں: "میڈیا پر اسلامی رول ماڈلز کی تشہیر نوجوانوں کو صحیح سمت دینے میں کلیدی کردار ادا کر سکتی ہے"۔⁵² اسی طرح ڈاکٹر سارہ بنت عبدالعزیز اپنے مقالے "تأثير الإعلام في تشكيل صورة المرأة المسلمة" میں کہتی ہیں: "مثبت رول ماڈلز کی تشہیر سے خواتین کی خود اعتمادی بڑھتی ہے اور وہ معاشرے میں فعال کردار ادا کرتی ہیں"۔⁵³

یہ تجاویز اسلامی معاشروں میں خواتین کی بہتر شمولیت اور ترقی کے لیے نہایت اہم ہیں۔

نتیجہ (Conclusion)

اسلامی تاریخ میں خواتین کے قیادتی کردار کا خلاصہ

اسلامی تاریخ کے صفحات خواتین کی قیادت اور سماجی خدمات کی درخشاں مثالوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ابتدائی دور اسلام سے لے کر قرون وسطیٰ تک، خواتین نے علم و حکمت، سیاست، تجارت اور حتیٰ کہ جنگی امور میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی عظیم خواتین نے کاروباری میدان میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا، جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی ہستیوں نے علم حدیث اور فقہ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ سلطنت عثمانیہ اور مغلیہ دور کی خواتین حکمرانوں نے ثابت کیا کہ اسلام خواتین کو سیاسی قیادت کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ یہ تاریخی شواہد اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اسلامی معاشرے میں خواتین کا کردار محض گھریلو حدود تک محدود نہیں رہا، بلکہ وہ ہر شعبہ زندگی میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی رہی ہیں۔

موجودہ دور کے تقاضوں اور شرعی تقاضوں میں توازن

موجودہ دور میں جہاں خواتین کی تعلیم، روزگار اور سیاسی شرکت کو لے کر عالمی سطح پر بحث جاری ہے، وہیں اسلامی دنیا کو بھی اپنے شرعی اصولوں اور عصری تقاضوں کے درمیان توازن قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام نے خواتین کو حقوق دیتے ہوئے ان کی ذمہ داریوں کا بھی تعین کیا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں قیادت کے مواقع سے محروم رکھا جائے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں خواتین کے قیادتی کردار کو صحیح تناظر میں سمجھا جائے۔ بعض روایتی تفسیریں خواتین کی شرکت کو محدود کرتی ہیں، جبکہ دوسری طرف جدیدیت پسند حلقے بعض اوقات شرعی حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔ لہذا، ایک معتدل راستہ اختیار کرنا ہو گا جہاں خواتین کو ان کے جائز حقوق مل سکیں، لیکن اسلامی اخلاقیات اور سماجی ڈھانچے کا بھی تحفظ ہو۔

⁵² عبدالرحمن السدیس، "الإعلام وبناء الشخصية الإسلامية"، دار المنہاج، 1440ھ، ص 112، ج 1

⁵³ سارہ بنت عبدالعزیز، "تأثير الإعلام في تشكيل صورة المرأة المسلمة"، مجلة الإعلام الإسلامي، 1443ھ، ص 34

مستقبل کے لیے سفارشات اور اقدامات

مستقبل میں خواتین کی قیادت کو فروغ دینے کے لیے درج ذیل اقدامات نہایت اہم ہیں:

- (1) **تعلیمی اصلاحات:** اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ جدید علوم کی تعلیم کو فروغ دینا ضروری ہے تاکہ خواتین علمی اور پیشہ ورانہ میدانوں میں آگے بڑھ سکیں۔ مدارس اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں خواتین کے تاریخی کردار کو شامل کیا جائے۔
- (2) **معاشی بااختیاری:** خواتین کو کاروبار اور روزگار کے مواقع فراہم کرنے کے لیے خصوصی پالیسیاں بنائی جائیں۔ اسلامی مائیکرو فنانس اور خواتین کی تجارتی تربیت جیسے منصوبوں کو فروغ دیا جائے۔
- (3) **سیاسی نمائندگی:** اسلامی ممالک میں خواتین کی سیاسی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے انتخابی نظام میں مثبت اقدامات کیے جائیں، جیسے کہ مخصوص نشستوں کا تعین یا خواتین امیدواروں کی تربیت۔
- (4) **شرعی و فقہی مکالمہ:** علماء اور مفکرین کو چاہیے کہ وہ خواتین کے قیادتی کردار پر جدید دور کے فقہی سوالات کا جواب دیں اور ایسی تفسیریں پیش کریں جو زمانے کے تقاضوں کے مطابق ہوں۔
- (5) **میڈیا اور ثقافتی تبدیلی:** خواتین کی مثبت تصویر پیش کرنے والے میڈیا پروگراموں اور سماجی مہمات کو فروغ دیا جائے تاکہ معاشرے کے رویوں میں مثبت تبدیلی آئے۔

خلاصہ یہ کہ اسلام خواتین کی قیادت کی نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تاریخی اسلامی ماڈلز سے رہنمائی لیتے ہوئے، موجودہ دور کے چیلنجز کا مقابلہ کریں اور خواتین کو معاشرے کی ترقی میں برابر کا حصہ دار بنائیں۔ یہی وہ متوازن راستہ ہے جو ہمیں ایک مضبوط اور منصفانہ معاشرے کی تعمیر کی طرف لے جائے گا۔